اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۹، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۷۳، سال ۲۰۲۴ء

وسط ایشیا اور کشمیر کے مابین ثقافتی ہم آہنگی

سید خرم عمیر

پی ایچ ڈی اسکالر کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

CULTURAL RELATION BETWEEN CENTRAL ASIA AND KASHMIR

Syed Khurram Umair

Ph.D Scholar Kashmiryat, University of Punjab, Lahore

Abstract

Culture and society are intricately related.A culture consists of the “objects” of a society,whereas a society consists of the people who share a common culture.When the terms culture and society first acquired their current meanings,most people in the world worked and lived in small groups in the same locale.Some Socialogists define society as the people who interact in sach a way as to share a common culture.The cultural bond may be ethnic or racial,based on gender,or due to shared beliefs,values,and activities.The term society can also have a geographic meaning and refer to people who share a common culture in a particular location.For example,people living in arctic climates developed different cultures from those living in desert cultures.In time, a large variety of human cultures arose around the world. Iranian influence in and beyond the region of Kashmir is a long-term phenomenon.Inscriptions in sogdian,Parthian, and Middle Persion demonstrate pre-Islamic contacts there with Iranian-speakers (Jettmar,p.402;inscriptional material in Sims-Williams).New Persian spread in the valley of Kashmir durind the rule of the Sah-Miri dynasty (1339-1561).The interest in Persian was initiated by Sehab-al-Din Sirasamak (r.1354-74) and flourished under Sultan Zayn-al-Abedin (1420-70).Continuous efforts to develop Persian scholarship since that time,the availability of locally produced,high-quality paper,and the constant influx of Iranian scholar earned Kashmir its surname Iran-e-sagir, “Little Iran”.

Keywords:

Islamic Era, Social and Cultural activities, Handicrafts

تاریخی کتب کے مطالعہ سے یہ بات پورے وثوق سے کی جاسکتی ہے کہ ازمنہ قدیم سے ہی کشمیر میں اسلام کے اثرات بتدریج مرتب ہوتے رہے لیکن اس خطہ میں باقاعدہ تبلیغ اسلام کا آغاز چودھویں صدی عیسوی کے اوائل حصہ یعنی ۱۳۲۰ء میں وسط ایشیائی صوفی بزرگ سید شرف الدین عبدالرحمن (بلبل شاہؒ) کی بدولت ہوا۔ اس دوران کشمیر پر ہندو راجہ سہدیو (۱۳۰۵ء۔۱۳۲۰ء) کی حکومت تھی جو کہ ایک نالائق، بزدل اور عیاش حکمران تھا۔ تمام ترخامیوں کے باوجود راجہ سہدیو مہمان نوازی جیسے اعلیٰ شعار سے آراستہ تھا۔ اس سلسلے میں جی۔ ایم۔ ڈی، صوفی رقمطراز ہیں کہ:

> Bulbul Shah is stated to have visited Kashmir first in the time of Raja Shadeva, the predecessor of Rinchana. (1)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ چودھویں صدی عیسوی میں بدھ مت کے زوال اور برہمن ازم کے عروج کی بدولت کشمیری باشندے دوبارہ ذات پات کی دلدل میں پھنس چکے تھے۔ اس دوران کشمیر میں انتہائی بدامنی اور سیاسی افراتفری کا دور دورہ تھا۔ ان حالات میں حضرت بلبل شاہؒ نے کشمیر میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو متحرک کرتے ہوئے اسلامی افکار و نظریات کو موثر انداز میں لوگوں تک پہنچایا۔ انہیں توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ مساوات کا درس دیا۔ آپؒ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوتے ہوئے کشمیری باشندوں نے اسلامی تعلیمات میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ اس حوالے سے انٹرنیٹ کی ویب سائٹ "wikipedia" میں درج ہے:

> In the 14th century, Islam became the dominent religion in Kashmir the Muslims and Hindus of Kashmir lived in harmony. (2)

کشمیر میں اسلامی حکومت کا آغاز بودھ حکمران لاہ چن نگیالبو رنچن المعروف سلطان صدر الدین کے قبولِ اسلام سے ہی ہو گیا تھا مگر اسلام کو وادی میں پھیلنے کے لئے سرکاری سرپرستی صرف تین سال کے لئے نصیب ہوئی۔ ۱۳۲۳ء میں سلطان صدر الدین کی وفات کے بعد کشمیر ایک مرتبہ پھر ہندو حکمرانوں کے تسلط میں آ گیا۔ تقریباً سولہ سال کی مدت کے بعد جب ہندو حکومت روبہ زوال ہوئی تو کشمیر میں باقاعدہ طور پر اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا اور کشمیر میں اسلامی حکومت کی نشاۃ ثانیہ کا سہرا شاہ میر کے سر جاتا ہے۔ اس کے حسب نسب کے متعلق مختلف روایتیں ملتی ہیں کچھ اس کو مہابھارت کے ہرو پانڈوؤں کے خاندان سے بتاتے ہیں، بعض اس کا سلسلہ نسب سوات کے حکمران خاندان سے جوڑتے ہیں لیکن شاہ میر المعروف سلطان شمس الدین اور اس کے جانشینوں کے کردار اور کارناموں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ غالباً ترک نژاد تھا۔ محی الدین حاجنی لکھتے ہیں:

> سُلطان صدرالدین رینچن شہس پتہٕ اگرچہ کوٹہ رانہ، تہٕ ادھون دیون ہندواقتدار قائم تھاوٕنہ خاطرہ کاٗفی کوشش کرےیہ۔ اماپوز شہمیرس مقابلہ چُول نہ یمن کینہہ۔(۳)

ترجمہ: سلطان صدر الدین رنچن شاہ کے بعد کوٹہ رانی اور ادیان دیو نے ہندو اقتدار قائم رکھنے کی بہت کوشش کی مگر شاہ میر کے مقابلے میں انہیں اتنی ہمت نہ ہوئی۔

شاہ میری خاندان ۱۵۵۴ء تک کشمیر پر بر سرِ اقتدار رہا۔ اس عرصہ کے دوران اس خاندان کے بیس سلاطین نے یکے بعد دیگرے کشمیر کی حکومت سنبھالی۔ اس خاندان نے نامی گرامی سلاطین پیدا کئے جنہوں نے کشمیر کو تقریباً ہر میدان میں بام عروج تک پہنچا دیا۔ مختصراً شاہ میری دور اقتدار کشمیر کے گھائل وجود پر ایک تسکین بخش مرہم ثابت ہوا۔ تاریخی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر امیر تیمور نے حملہ کر دیا اور دریائے سندھ کے کنارے ٹھیک اسی مقام پر قیام کیا جہاں چنگیز خان سے بھاگ کر جلال الدین خوارزم شاہ (دریائے سندھ پار کر کے) خیمہ زن ہوا تھا۔ یہاں پر مختلف ممالک کے سفیروں نے آکر تیمور کی اطاعت گزاری کی اور قیمتی تحائف بطور نذرانہ پیش کئے۔ اس دوران کشمیر کے شاہمیری سلطان سکندر نے بھی اپنی مملکت کو ممکنہ حملے سے بچانے کی غرض سے اپنے سفیر تیمور کے پاس اظہارِ اطاعت کے لئے بھجوائے۔ محمد الدین فوق لکھتے ہیں:

> تیمور کی دہلی سے واپسی پر سلطان سکندر نے اپنے بیٹے شاہی خان کو تحائف دے کر تیمور کے دربار میں بھیجا۔ شاہی خان کے ساتھ محمد خواجہ بدیع اللہ باندے اور دو نو مسلم راجپوت سردار لکھمی خان اور حاتم خان بھی تھے۔ شاہی خان کی امیر تیمور سے ملاقات ہوئی تو امیر تیمور اس سے بہت خوش ہوا اور اسے اپنے ہمراہ سمرقند لے گیا۔(۴)

سلطان زین العابدین کا اصل نام ''شاہی خان'' تھا۔ اس نے سات سال سمرقند میں شہزادوں کی طرح پرورش پائی۔ امیر تیمور اس کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس عرصہ کے دوران اسے شاہی خاندان کے ساتھ ساتھ سمرقند اور ترکستان (وسط ایشیا) کے دیگر علاقوں کے علوم و فنون قریب سے دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ ۱۴۰۴ء میں امیر تیمور کی وفات کے بعد شاہی خان اپنے وطن کشمیر واپس لوٹ آیا۔ اس کے بھائی سلطان علی شاہ نے اسے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سونپ دیا۔ سلطان زین العابدین المعروف بڈشاہ ہنر مندوں کے ساتھ ساتھ علماء و مشائخ کا بھی قدر دان تھا۔ بڈشاہ نایاب کتب کا دلدادہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کا بہت بڑا عالم اور شاعر تھا۔ اس کا دربار نامی گرامی بلند پایہ عالموں کا مرکز بن چکا تھا۔

ازمنہ قدیم سے کشمیر (جنت نظیر) میں بھی رات اور دن کو تیس تیس حصوں میں منقسم کیا گیا۔ کشمیری باشندے نصف شب میں جاگتے تھے اور دیئے (lamp) کی دھیمی لو میں اپنے اپنے کام کاج کرتے تھے۔ کشمیری خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ کام کاج میں مشغول رہتی تھیں جو کہ عموماً چرخہ کاتتی تھیں، دھان کوٹتی تھیں اور گھر گرہستی کو دیکھتی تھیں۔ مزید یہ کہ دیہاتوں میں دستکاریوں کا رواج عام تھا۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ گھریلو دستکاریوں کے حوالے سے کشمیر ہمیشہ سے وسط ایشیائی ریاستوں کا مرہونِ منت رہا ہے۔ وسط ایشیا (ترکستان) اور دیگر ریاستوں سے اپنے اپنے فن میں مہارت رکھنے والے ماہر کاریگر مختلف ادوار میں کشمیر میں آتے رہے ہیں۔ ان وسط ایشیائی ممالک کے ساتھ تجارت بہترین اور خوشگوار تعلقات کو فروغ دینے کا اہم ذریعہ ثابت ہوئی۔ اس بارے میں غلام احمد کشفی لکھتے ہیں:

> حضرت شاہ ہمدانؒ کے ساتھ جو سات سو کے قریب درویش کشمیر وارد ہوئے تھے ان میں تارک الدنیا ایک بھی نہ تھا بلکہ وہ "دست در کا دل بایار" کے اصول کے پابند تھے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی اور مزدوری مشقت کے علاوہ صنعت و حرفت میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ کشمیر میں صنعت و حرفت کو بھی انہی لوگوں سے فروغ ملا۔(۵)

شال بافی کشمیر کی ایک قدیم صنعت ہے۔ شال، ترکی زبان کا لفظ ہے۔ وسط ایشیا کے اکثر علاقوں میں ایک مخصوص چادر کا نام شال یا شالکی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداً شالوں کا رواج ترکستان / وسط ایشیا سے ہوا تھا اور پھر رفتہ رفتہ آس پاس کے علاقوں میں پھیل گیا۔ مستند تاریخی ماخذوں سے یہ بات ثابت ہے کہ سلطان زین العابدین معروف بہ بڈشاہ نے اپنے دورِ حکومت (۱۴۲۰ء۔ ۱۴۷۰ء) میں بیشتر دستکاریوں کو کشمیر میں فروغ دینے کے حوالے سے گراں قدر خدمات سرانجام دی تھیں۔ کشمیر میں قالین بافی کا رواج بڈشاہ کے عہد میں ہوا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے اپنے بیٹے بہرام خان کو وسط ایشیائی ریاستوں میں بھیجا تاکہ ماہر کاریگروں کو کشمیر لا سکے۔ تاہم کشمیر واپس لوٹتے وقت وہ اپنے ہمراہ قالین باف، میناکار اور پیپر ماشی کے ماہر کاریگروں کو لایا۔ اس بارے میں پی۔ این۔ کے، بامزئی لکھتے ہیں:

> We owe to Zain-ul-Adidin. The arrival of shawl industry as well the Carpet trade paper was also first introduced by him from Central Asia. (6)

قالین بافی کی صنعت تین ہزار قبل مسیح میں وسط ایشیا سے پروان چڑھنا شروع ہوئی جبکہ کشمیر میں اس صنعت کو شاہمیری سلطان زین العابدین معروف بہ بڈشاہ (۱۴۲۰ء۔ ۱۴۷۰ء) نے متعارف کروایا تھا۔

اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ از دیبلی مسجد کا قالین کشمیری کاریگروں نے تیار کیا تھا جو کہ ۳۷ فٹ لمبا اور ساڑھے سترہ فٹ چوڑا تھا۔ ایک مشہور روایت یہ بھی ہے کہ ایک کشمیری مسلمان ''اخوند رہنما'' وسط ایشیا کے راستے حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے گیا اور واپسی پر جب وہ ''اندریجان'' سے گزرا (جہاں قالین تیار کئے جاتے ہیں) تو اس نے قالین بافی میں دلچسپی لیتے ہوئے نہ صرف اس فن کو سیکھا بلکہ قالین بنانے کے اوزار بھی اپنے ہمراہ کشمیر لایا اور اس فن کو کشمیر میں عام کیا۔ اس کا مزار گوجواڑہ محلہ (سرینگر) میں واقع ہے۔ جی۔ ایم، میر لکھتے ہیں:

> قالین بافی کی صنعت بڈ شاہ کے دور حکومت میں وسط ایشیا کے شہر ''سمرقند'' سے کشمیر پہنچی۔ یہاں کے دستکاروں نے اسے اتنی ترقی دی کہ ساری دنیا میں مشہور ہو گئے۔ قالین کھڈیوں پر ہاتھ سے بنائے جاتے ہیں۔ ان کے تانے بانے میں سدت اور پائل میں اون اور ریشم استعمال ہوتا ہے۔ کشمیر میں سلطان زین العابدین کی سرپرستی میں کشمیری کاریگروں / دستکاروں نے قالین سازی کی صنعت کو اس قدر جدت بخشی کہ دیگر ممالک کے صنعت کار ششدر رہ گئے اور قالین سازی کے حوالے سے کشمیری کاریگروں کی تقلید کرنے لگے۔ (۷)

پارچہ بافی بھی کشمیر کی ایک قدیم صنعت ہے۔ اس صنعت میں ریشمی و سوتی کپڑوں پر خوبصورت رنگین دھاگوں سے کشیدہ کاری کی جاتی ہے۔ کشمیر میں شالوں کے ساتھ ساتھ ملبوسات پر بھی کشیدہ کاری کا رواج عام ہے۔ علاوہ ازیں پلنگ پوش، ٹیبل و میز پوش، کھڑکیوں اور دروازوں کے پردوں اور مختلف آرائشی اشیاء پر بھی خوبصورت انداز سے کشیدہ کاری کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کپڑوں پر بیل بوٹے بنانے کے فن کو ''جالکروزی'' بھی کہا جاتا ہے۔ نیز یہ فن بھی وسط ایشیا سے کشمیر میں متعارف کروایا گیا تھا اور کشمیری کاریگروں اور صنعتکاروں نے اس فن میں خوب کمال حاصل کیا حتیٰ کہ عہد افغان میں بھی پارچہ بافی کا سلسلہ کشمیر کے گلی کوچوں میں جاری و ساری رہا۔ پی۔ اے، کول لکھتے ہیں:

> Embroidery in Kashmir is done in four styles; 1) Amli, 2) Chicken (minute satin stich) 3) Doori (knot stich) and 4) Yarma. (8)

ریشم سازی کی صنعت کا شمار بھی کشمیر کی قدیم صنعتوں میں ہوتا ہے۔ کشمیر کی آب و ہوا ریشم کے کیڑوں کی افزائش نسل کے لئے بہت سازگار ہے۔ مزید یہ کہ کشمیر میں شہتوت کے درخت بھی وافر تعداد

میں موجود ہیں۔ تاریخ کی اوراق گردانی سے یہ بات ثابت ہے کہ بڈشاہ کے دور میں ریشم سازی کی صنعت پر بھی خاص توجہ مرکوز کی گئی تھی۔ اس دور میں کشمیر کا ریشم دمشق، بخارا اور ختن کی منڈیوں میں درآمد (export) کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں بخارا سے کشمیر کے قدیم تجارتی و ثقافتی روابط قائم تھے چنانچہ اس کا بیج بخارا ہی سے برآمد (Import) کیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ کشمیری صنعتکاروں کے صناعی دماغوں کا یہ عالم تھا کہ تیار کئے ہوئے ریشم کی کھپت بھی بخارا میں ہی ہوتی تھی۔ تھامس وارڈل (Thomas Wardle) لکھتے ہیں:

> Nothing definite however is known in Kashmiri about the origin of the silk industry beyond the fact that it is very ancient and that it is intimately connected with that of Bukhara with which it had always had interchange of seed and silk. (9)

شال بافی و قالین بافی کی صنعت کے ساتھ ساتھ کشمیری کاریگر نمدہ سازی و گبہ سازی میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ اس صنعت میں اون کے ریشوں کو ہموار بچھا کر اس پر صابن کا پانی چھڑک کر چٹائی میں لپیٹ دیا جاتا ہے اور پھر اس کو ملیدہ کر کے یک جان بنایا جاتا ہے۔ اس دوران سورج کی روشنی میں خشک کر کے اس پر اون سے گل، بیل اور بوٹے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ گبہ (Rugs) بھی قالین ہی کی طرح ایک بچھونا یا چٹائی ہے۔ اس صنعت میں گرم دھاگوں سے پرانی لوئیوں یا کمبلوں پر بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ اسے قالین کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ عہدِ افغان میں بھی اس صنعت سے ہر سال کروڑوں روپے کا زرِ مبادلہ حاصل کیا جاتا رہا ہے۔ نمدہ سازی کی صنعت کو یارقند (وسط ایشیا) سے کشمیر میں متعارف کروایا گیا تھا۔ اس حوالے سے " India Nation First" میں بیان کیا گیا ہے:

> The term Namda is derived from Nubi, the name of the person who came up with the idea of felted woollen carpets. It is also believed that a Sufi saint named Shah-e-Hamban introduced Kashmiris to the Namda art; he had come to the valley with the aim of creating new sources of earning for the Kashmiris. (10)

پیپر ماشی انتہائی محنت طلب اور صبر آزما کام ہے۔ اس صنعت کی ابتداء بھی بڈشاہ کے زمانے سے ہوئی تھی اور اب بھی بیشتر کشمیری کاریگر اور صنعتکار اس صنعت سے وابستہ ہیں۔ اس صنعت میں پرانے ردی کاغذوں کو اکٹھا کر کے پانی میں بھگو کر لئی تیار کی جاتی ہے اور پھر اسے مختلف سانچوں یا قالبوں میں ڈھال کر

بچوں کے کھلونوں کے ساتھ ساتھ دیگر آرائشی اشیاء مثلاً قلمدان، ٹیبل لیمپ، گلدان، سگار بکس، سگریٹ بکس اور جیولری بکس وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ تاریخی کتب کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ پیپر ماشی کا فن وسط ایشیائی شہروں یعنی کاشغر اور سمرقند سے کشمیر پہنچا۔ اس فن کو کشمیری باشندے "کار قلمدانی" کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ کشمیری کاریگروں اور صنعتکاروں نے اس فن میں بھی اپنی مہارت کا لوہا منوا رکھا ہے۔ ڈی۔ این، صراف لکھتے ہیں:

> Papier machie is one of the most popular of crafts practised in Kashmir today. The tradition in Kashmir has its origin rooted in the 15th century when king Zain-ul-Abdin invited accomplished artist and craftman from Central Asia. (11)

بھوج پتر، قدرت کا ایک بیش بہا قیمتی عطیہ ہے۔ اسے کشمیری زبان میں "برزہ" کہتے ہیں۔ کشمیر کے بلند پہاڑوں پر اُگنے والے جنگلات میں ایک درخت ایسا بھی ہے کہ جس کے تنے پر باہر والی چھال کے اندر کاغذ کی طرح تہہ در تہہ چھال ہوتی ہے۔ اس چھال کو ہندی زبان میں بھوج پتر اور انگریزی زبان میں "Birch Bark " کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں جب کاغذ ایجاد نہیں ہوا تھا تو اس دوران لکھنے پڑھنے کے لئے بھوج پتر سے کام لیا جاتا تھا۔ اس کی جلد بندی کر کے باقاعدہ کتابوں کی صورت دی جاتی تھی۔ نیز قدیم زمانے میں بھوج پتر گھریلو استعمال کے علاوہ بیرون ملک خصوصاً وسط ایشیا کو برآمد بھی کیا جاتا تھا۔ بھوج پتر کا استعمال اور اس کی بیرون ممالک فروخت کا سلسلہ جوں کا توں جاری ہے۔ انٹرنیٹ کی ویب سائٹ "wikipedia " کے مطابق:

> Today, birch bark remains a popular type of wood for various handicrafts and arts. Birch bark also contains substances of medicinal and chemical interest. Some of those products (such as betulin) also have fungicidal properties that help preserve bark artifacts, as well as food preserved in bark containers. (12)

کشمیری کاغذ اپنی نفاست اور پائیداری کے اعتبار سے دنیا بھر میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ کشمیری کاغذ پر تحریر شدہ کتب تین تین سو سال تک محفوظ رہتی ہیں۔ نیز معیار کے لحاظ سے دنیا کے کسی بھی خطہ کا کاغذ کشمیری کاغذ کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ کاغذ سازی کی صنعت میں گھاس پھونس اور درختوں کے پتے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ تاریخی کتب کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کشمیر میں کاغذ سازی کے ساتھ ساتھ جلد سازی کی صنعت کا بانی بھی سلطان زین العابدین معروف بہ بڈشاہ ہے۔ اس نے کشمیری نوجوانوں کو

مختلف علوم و فنون سیکھنے کے لئے وسط ایشیا بھیجا۔ اس دوران بڈشاہ نے وظائف مقرر کر کے کاغذ سازی کا فن سیکھنے کے لئے بھی کچھ کشمیری نوجوانوں کو سمرقند بھیجا۔ انٹرنیٹ کی ویب سائٹ wikipedia کے مطابق:

> The first paper-like plant-based writing paper was Egyptian papyrus, but the first true paper-making process was documented in China during the Eastern Han dynasty (25-220 AD), traditionally used by imperial court bureaucrats. It is believed to have been attributed to Cai Lun. (13)

کشمیر میں اخروٹ کی لکڑی وافر مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اس لکڑی کے استعمال سے آرائشی اشیاء مثلاً کرسیاں، میز، بیڈ اور الماریاں وغیرہ بنانے کے ساتھ ساتھ مختلف ڈیزائن بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ سلطان زین العابدین (بڈشاہ) نے اپنے دور میں کشمیر میں ووڈ کارونگ کے فن کو بھی درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اس نے وسط ایشیائی کاریگروں اور ہنرمندوں کو کشمیر میں مدعو کیا اور کشمیری باشندوں کو ووڈ کارونگ کے فن کو سیکھنے کے حوالے سے راغب کیا۔ اس دور کے تیار کردہ ووڈ کارونگ کے نمونہ آج بھی مختلف عجائب گھروں میں موجود ہیں۔ کشمیر میں ایک مشہور ڈیزائن "ختم بند" بھی ہے۔ کشمیری لکڑی کے دلکش نمونوں میں ڈیزائن ختم بند خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اسے مرزا حیدر دوغلت نے کشمیر میں متعارف کروایا تھا۔ ڈی۔ این، صراف لکھتے ہیں:

> Khatam-band is a speciality in Kashmir's wood work. To make beautiful ceilings, the art is said to have been introduced by Mirza Haider Tughlaq in Mughal times. (14)

کشمیر میں بھی دیگر ممالک کی طرح مختلف جانوروں کی ہڈیوں سے سجاوٹی اشیاء مثلاً گلدان، قلمدان، ٹیبل لیمپ، سگار بکس، سگریٹ بکس اور جیولری وغیرہ تیار کی جاتی ہیں۔ تاریخی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس فن نے سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے دور میں کشمیر میں جنم لیا تھا۔ اس دوران سرکاری سرپرستی کے باعث کشمیری کاریگروں اور صنعتکاروں نے "Bone-crafting" میں ایسی جدت پیدا کی کہ چشمِ فلک کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ بڈشاہ کے زمانے میں مختلف جانوروں کی ہڈیوں سے تیار کردہ اوزار اور ہتھیاروں کے نمونے اب بھی مختلف عجائب گھروں میں محفوظ ہیں نیز عہدِ افغان میں بھی کسی حد تک "Bone-crafting" کے شعبہ سے وابستہ کاریگر اپنی مہارت کو ترقی دیتے رہے۔ اس حوالے سے انٹرنیٹ کی ویب سائٹ "frfxiclopedia" میں درج ہے:

> Bone-crafting is a craft that works with animal bones and exoskeletons to create moderately heavy armor and a wide variety of ammunition and jewelry. (15)

بلاشبہ کشمیر میں سب سے پہلے مختلف دھاتوں کے استعمال سے برتن بنانے کا کام بڈشاہ کے زمانے سے شروع ہوا۔ اس کی خصوصی دلچسپی کے باعث مذکورہ صنعت کشمیر میں بامِ عروج تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے دور میں دھاتوں سے تیار شدہ تلواروں اور چاقوؤں کے دستوں کے ساتھ ساتھ دیگر آرائشی اشیاء نے عالمی شہرت حاصل کرلی تھی۔ ان اشیاء کے نمونے آج بھی مختلف عجائب گھروں میں موجود ہیں۔ کشمیر میں مختلف اقسام کی دھاتوں مثلاً سونا، چاندی، پیتل، تانبہ اور لوہے وغیرہ کے استعمال سے آرائشی اشیاء کے ساتھ ساتھ کھانے پکانے کے برتن بھی بنائے جاتے ہیں۔ مختلف دھاتوں سے تیار شدہ اشیاء پر کھدائی کر کے خوبصورت ڈیزائن بنانے کے فن کو "نقش گیری" بھی کہتے ہیں۔ یہ فن بھی کشمیر میں وسط ایشیا سے متعارف کرایا گیا تھا۔" Imperial Gazatter of India, Kashmir and Jammu"کے مطابق:

> The silver-work is extremely beautiful and some of the indigenous patterns the Chinar and lotus leaf of acquisile design. The silvers mith works with a hammer and chisel and will faithfully copy any design that may be given to him. (16)

از منہ قدیم سے کشمیر کے بیشتر لوگوں کا روزگار سنگ تراشی کے فن سے وابستہ ہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں اسلامی نظامِ حکومت کے باعث بت تراشی کو ممنوع کر دیا گیا تو اس سے بت گر، سنگ تراش معاشی و اقتصادی بدحالی کا شکار ہوگئے لیکن حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے ہمراہ آئے ایرانی سنگ تراش ساتھیوں نے کشمیر کے سنگ تراشوں کو بت تراشی کی جگہ قبروں پر لگائے جانے والے لوح مزار تراشنے کے فن سے روشناس کروایا۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کشمیر میں اسلامی نظام حکومت کے باعث سنگ تراشوں کی تہذیبی و سماجی زندگی نے ایک نئی کروٹ بدلتے ہوئے ماضی کا غیر اسلامی لبادہ اتار کر پھینک دیا تھا اور شاہ میری سلطان بڈشاہ کی علمی، ادبی و تعمیری رجحانات نے سنگ تراشوں کو بھی نمایاں پہچان سے نوازا۔ انٹرنیٹ کی ویب سائٹ "Vceela" کے مطابق:

> The Kashmir Valley produces splendid works of art, done even in the remotest areas, which are just as mesmerizing as the valley itself. The handicraft industry of Kashmir comes second only to the fruit industry. Some things, like stone crafting, are done solely by men, whereas most handicrafts are produced by both men and women. (17)

تاریخ کی اوراق گردانی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کشمیر (جنت نظیر) کا قدیم فن تعمیر روغنی کاشی کاری ایرانی طرز کا ہے جبکہ کشمیر کا چوبی کام کشمیری ہنرمندوں اور فنکاروں سے منسوب ہے۔ کشمیر میں

اسلامی نظام حکومت کے قیام کے ساتھ ہی مسلم سلاطین نے کشمیری فنکاروں کی فنی تربیت کے لئے کئی ادارے قائم کئے جس کی بدولت اعلیٰ انجینئر اور فنکار پیدا ہوئے۔ سلاطینِ کشمیر کے عہد میں چوب کاری، کندہ کاری اور دیگر فنِ تعمیر کو باقاعدہ طور پر نصاب میں شامل کیا گیا تھا۔ اس سلسلے کو مغلیہ دورِ حکومت میں خوب ترقی دی گئی۔ مزید یہ کہ مغلیہ حکمرانوں کی تقلید کرتے ہوئے بعض افغان صوبیداروں نے بھی اپنی عیاشی اور شان و شوکت کو بڑھانے کی خاطر تعمیرات کو فروغ دیا۔ محمد الدین فوق رقمطراز ہیں کہ:

> بڈشاہ کے دور میں کشمیر میں فن تعمیر نے بہت ترقی حاصل کی۔ اس زمانے میں عمارتوں کو دو قسموں یعنی معماری طرز اور چوبی طرز میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ بڈشاہ کے عہد میں چوبی طرز کی عمارات میں نمایاں ترقی ہوئی اور اس کے عہد میں سمرقند، بخارا اور وسط ایشیا سے ماہر تعمیرات کشمیر آئے۔ وہ ان کی قدر اور حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ کشمیر کا قدم فن تعمیر روغنی کاشی کاری ایرانی طرز کا ہے جبکہ کشمیر کا چوبی کام کشمیری فنکاروں سے ہی منسوب ہے۔ سلاطین کشمیر نے کشمیری فنکاروں کی تربیت کے لئے کئی ادارے قائم کئے جن کی وجہ سے اعلیٰ انجینئر اور فنکار پیدا ہوئے۔(۱۸)

مستند تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بڈشاہ کے دربار میں کئی ایرانی وتورانی راگی اور موسیقار موجود تھے۔ ان میں سے بعض موسیقاروں نے کشمیر میں موسیقی کے مدارس بھی کھول رکھے تھے۔ اس عہد میں سوم بھٹ نے موسیقی کے حوالے سے "مانک" نامی ایک کتاب مرتب کی تو اس کو بڑی پذیرائی نصیب ہوئی۔ ملا عودی اور ملا جمیل موسیقی کی تصانیف اور راگنیوں کے بانی تھے۔ بڈشاہ کی جانب سے مدعو کئے جانے پر کشمیر تشریف لے آئے تھے۔ شاہ میری سلطان زین العابدین (بڈشاہ) نہ صرف خود موسیقی کا دلدادہ تھا بلکہ وہ خود کئی سازوں کا بھی موجد تھا۔ اس لئے اس کے دور میں دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ موسیقی جاننے والوں کی بھی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ جی۔ ایم۔ ڈی، صوفی لکھتے ہیں:

> According to the Abdul Fazal schools of music were founded in Kashmir by Irani and Turani musicians under the patronage of Sultan Zain-ul-Abidin. He loved music and always made generous allowances to musician. (19)

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے زمانے سے تین سو سال قبل کشمیر میں بدھ دورِ حکومت میں مصوری کا فن بامِ عروج پر تھا۔ راجہ ہرش (۱۱۰۳ء۔۱۱۱۴ء) کے دربار میں ایسے مایہ ناز مصور موجود تھے جو کہ کپڑوں پر بھی تصویر بنانے کے استاد تھے۔ اس کا تذکرہ قدیم

سنسکرت کتب کے ساتھ ساتھ نیل مت پران، کتھا سرت ساگر اور راج ترنگنی میں بھی موجود ہے۔ مصوری کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بڈشاہ نے اپنے کتب خانہ کو بیشتر تصاویروں سے مزین کر رکھا تھا جو کہ سو سال تک قائم رہا مگر بدقسمتی سے بعد میں اس کو مسمار کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں کئی نادر نمونے ضائع ہو گئے۔ ہندوستان میں موجود ایوانوں کی طرح کشمیر میں بھی اسی طرز کے ایوان موجود تھے جن کی دیواریں خوبصورت تصویر کشی سے مزین تھیں۔ڈاکٹر مرغوب بانہالی لکھتے ہیں:

> قدیم کشمیری مصوری کے نمونہ میں وہ ٹائلیں اور اینٹیں شامل ہیں جو برزہ ہوم اور ہارون کی کھدائی سے دریافت ہوئی ہیں۔ان پر مختلف انداز سے تصویر کشی کی گئی تھی۔ بعض عالموں کا کہنا ہے کہ کشمیری مصوری کو وسعت دینے میں شہرہ آفاق مصور ''مانی'' کا بھی ہاتھ رہا ہے وہ ایک اعلیٰ درجہ کا مصور تھا۔(۲۰)

تاریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ کشمیر میں بڈشاہ کے عہد میں حلب نامی ایک شخص فنِ تفنگ یعنی آتش بازی کی صنعت کا موجد تھا۔علاوہ ازیں بڈشاہ کے دور میں دیگر علوم وفنون کی طرح فن تفنگ میں مہارت رکھنے والے کئی ماہرین وسط ایشیا سے کشمیر تشریف لائے۔اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کشمیر میں تلوار سازی کا فن پہلے ہی سے موجود تھا لیکن وسط ایشیا سے ربط وضبط کے باعث اس میں نفاست اور جدت پیدا ہو گئی تھی۔ مگر بدقسمتی سے سولہویں صدی عیسوی کے نصف حصہ میں کشمیر کو اپنی آزادی وخود مختاری سے ہاتھ دھونا پڑا۔اس دوران کشمیر کو مغلیہ سلطنت کے ۱۷ویں صوبہ کی حیثیت سے اغیار کی غلامی کا سامنا کرنا پڑا جس کے باعث کشمیر میں فنِ تفنگ کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔یوں یہ صنعت کشمیر میں دم توڑ گئی۔ جی۔ایم۔میر لکھتے ہیں:

> کشمیری ساختہ تلواروں پر نہایت نفاست اور خوبصورتی سے نہایت باریک باریک انسانی و حیوانی تصاویر پر کندہ ہوتی تھیں تلواروں کا حاشہ سونے سے چمکدار بنایا جاتا تھا۔ نیاموں پر نہایت خوبصورت شکلیں اور بیل بوٹے ہوتے تھے جو شالوں کے سلمیٰ ستارہ سے مقابلہ کرتے تھے۔ تلواروں پر کشمیری ارباب صنائع جو تصویریں بناتے تھے ان پر عموماً پیدل یا ہاتھی پر سوار شکاریوں کو کسی شیر یا دوسرے خونخوار جانور کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھایا جاتا تھا۔(۲۱)

علمِ طب دیگر علوم وفنون کی بہ نسبت اعلیٰ واشرف ہونے کے ساتھ ساتھ منفعت بخش بھی ہے۔ صحائف آسمانی اور احکامِ شرعیہ میں اس کی عظمت کا تذکرہ موجود ہے۔ مختصراً خوشگوار زندگی کے لئے خیر اور

لذت کا حصول انسانوں کی صحت پر منحصر ہے۔ دنیاوی لذتوں اور آخرت میں خیر وصلاح کے خوش امیدی تک پہنچنے کے لئے انسان کی صحت بر قرار رہے۔ یہ بات محض طب کے فن ہی سے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔ فنِ طب ایک ایسا فن ہے جس کا منبع اور سرچشمہ وحی والہام ہے کیونکہ وحی ربانی حصولِ سعادت دارین کا ذریعہ ہے جس سے ادیان اور ابدان کی صحت مقصود ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ فن طب سے انسان کے اعضائے ظاہری واعضائے باطنی کی صحت و حفاظت کے اصول اور ان کی باہمی ترکیب اور اس کے اثرات معلوم ہوتے ہیں جبکہ اس کی غرض وغایت حفظ صحت کے اصول اور امراض سے شفا حاصل کرنے کی تدابیر معلوم کرنا ہے۔ محمد الدین فوق رقمطراز ہیں:

> سلطان بڈشاہ نے ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں طب کو شامل نصاب کرنے کے علاوہ دو الگ طب کے ادارے کشمیر میں قائم کئے جہاں طلبہ صرف طب ہی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان اداروں میں نبض شناسی، تشخیص مرض، نسخہ نویسی اور ادویات سازی کے رموز سکھائے جاتے تھے۔(۲۲)

پندرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں شاہ میری سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کی ذاتی دلچسپی کے باعث تمام شعبہ ہائے زندگی کشمیر میں ترقی کی منازل پر گامزن تھا جبکہ مختلف انوع واقسام کی تخلیقات کے حوالے سے ترکستان (وسط ایشیا) بہت اچھی مارکیٹ تھی لیکن روسی محققین کے مطابق مصوری، خوش نویسی اور خطاطی کا فن کشمیر میں انیسویں صدی عیسوی میں اوجِ کمال تک جا پہنچا۔ کشمیری نوجوانوں کو بیرونِ ملک مختلف علوم وفنون کی تربیت حاصل کرنے کے لئے وظائف اور دیگر مراعات مقرر کر کے بھیجا جانے لگا۔ ان فنون میں خوش نویسی یعنی کتابت کا فن بھی شامل تھا جو کہ کشمیریوں کا ایک باعزت پیشہ بن گیا اور اس پیشہ سے کئی نابالغہ روزگار ہستیاں بھی منسلک رہیں۔ اس بارے میں جی۔ ایم۔ میر لکھتے ہیں:

> کشمیر سے عربی اور فارسی کی کتابیں ترکستان (وسط ایشیا) تک پہنچنے لگیں۔ مختلف عجائب گھروں میں بیش قیمت کتابوں کے باتصویر نسخے کشمیری خوش نویسوں کی فنی مہارت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ازبکستان، تاجکستان اور لینن گراڈ کی لائبریریوں میں کشمیری مصوری اور خطاطی کے نادر نمونے کتابوں کے نسخے کشمیریوں کے فن کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔(۲۳)

مستند تاریخی ماخذوں سے یہ بات ثابت ہے کہ شاہ میری سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے دور میں سرینگر میں ایک دارالعلوم اور دارالترجمہ قائم کیا گیا جس کے نصاب میں خطاطی کے ساتھ ساتھ خوش

نویسی کو بھی بطور خاص مضمون شامل کیا گیا تھا یعنی بڈشاہ نے تمام طالب علموں کے لئے خطاطی کو لازمی قرار دیا تھا۔ اس کے عہد میں جتنے بھی خطاط وسط ایشیا (ترکستان) سے کشمیر وارد ہوئے اس نے ان تمام کو جاگیریں عطا کیں۔ بڈشاہ کے دور میں ملا جمیل ایک مشہور خطاط و نقاش تھا۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شاہ میری سلاطین کے ساتھ ساتھ چک دور اقتدار میں بھی کشمیر میں خط نستعلیق کا عام رواج تھا نیز اس دوران کشمیری باشندوں نے فن خطاطی میں ایسی مہارت دکھائی کہ یہ فن صرف اسی خطہ سے مخصوص ہو گیا۔ جی۔ ایم۔ ڈی، صوفی لکھتے ہیں:

> Budshah's Love for letters was no way inferior to that for arts and crafts. He extended his patronage of scholars is a generous a measure as to artisan and craftmen, hence a great influx came into Kashmir of scholars and men of letters from other lands. (24)

کشمیر (جنت نظیر) اپنی قدرتی رنگینیوں و رعنائیوں، آبشاروں و ندی نالوں کے ساتھ ساتھ خوبصورت سبزہ زاروں کی بدولت دنیا بھر میں نمایاں حیثیت کا حامل خطہ ہے لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کشمیر کے حسن و جمال میں بڈشاہ نے اپنے دور میں کئی گنا اضافہ کیا تھا۔ شاہ میری سلطان زین العابدین (بڈ شاہ) کو زراعت سے کافی دلچسپی تھی۔ مزید یہ کہ حکومتی آمدنی کا زیادہ تر دار و مدار زرعی پیداوار پر ہوتا تھا۔ اس نے بہتے ہوئے جزیرے بنوائے جن پر فصل بوئی جاتی تھی اس نے دلدلوں کو خشک کرایا اور ایک بڑے بنجر علاقہ کو قابلِ کاشت بنایا۔ اس نے بہت سے تالاب، نہریں اور بند بنوا کر آب پاشی کے طریقوں کو بہتر بنایا۔ چنانچہ کشمیر زرعی اجناس کے سلسلہ میں خود کفیل ہو گیا اور چاول بھی سستا ہو گیا حتی کہ بڈشاہ کے دور میں چاول کی پیداوار ۷۷ لاکھ خروار تک پہنچ گئی تھی۔ اس حوالے سے عبدالستار رنجور لکھتے ہیں:

> ۱۴ ویں صدی عیسوی تک کشمیر کے ارد گرد "یارون" اور درمیانی علاقوں میں "کنڈوں والے درخت" ہوا کرتے تھے اور بیچ بیچ میں کارآمد درخت ہوا کرتے تھے۔ اس وقت کشمیر میں کسی بھی قسم کے میوہ دار درخت نہیں ہوا کرتے تھے۔ بڈشاہ نے تمام میووں کے درخت سمرقند، تاشقند، ختن، فرغانہ، امبر اور بدخشاں وغیرہ سے منگوا کر کشمیر میں ان کی کاشت و پیداوار شروع کروائی اور خاص کر اس نے وہ میوے جو ان علاقوں میں کھائے تھے یعنی ازبکستان سے ناشپاتی، ترلیہ، آلو بخارا، چیری، خوبانی وغیرہ بدخشاں کے بادام، امبر اور ختن کے مختلف قسم کے سیب منگوائے تھے۔ (۲۵)

اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ عہدِ افغان میں صوبیداروں کی جانب سے عائد کردہ بھاری ٹیکسوں نے کشمیر کے کاشتکار طبقہ کی کمر توڑ ڈالی تھی حتیٰ کہ کشمیر کے کاشتکاروں اور زمینداروں نے چاول کاشت کرنا چھوڑ دیئے اور اپنے سیب کے باغات بھی کاٹ ڈالے۔ تاہم اس دور میں زرعی اجناس کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) Sufi, G.M.D, *Kasheer, (Vol-I)*, (Punjab University Press, Lahore 1948), 81

(2) http://en.wikipedia.org/wiki/kshmiri_Muslim_Tribes_from_Hindu Uneage

(۳) محی الدین حاجنی، مقالاتِ حاجنی،(سرینگر: نوری محمد پریس،۱۹۶۷ء)،۱۱۔

(۴) محمد الدین فوق، شبابِ کشمیر،(ویری ناگ پبلشرز، میرپور، آزاد کشمیر ۱۹۸۷ء)،۳۱

(۵) کشفی، غلام احمد، کشمیر ہمارا ہے،(دین محمد پریس،لاہور،۱۹۶۵ء)،۵۷۔

(6) Bamzai, P.N.K, *Kashmir and Central Asia*, (Lahore: Book Traders, 1995), 218.

(۷) جی۔ایم،میر، جموں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں،(لاہور: مکتبہ داستان، ۱۹۹۶ء)،۲۳۲۔

(8) Kaul, P.A, *Geography of Jammu and Kashmir State*, (Mirpur, Azad Kashmir: Verinag Publishers, 1991) 90.

(9) Thomas Wardle's, Sir, *Kashmir: It's New Silk Industry*, (London: Forgotten Books, 1905), 15.

(10) http://www.indiannation first.in>history of traditional Kashmir: Namda Art (Aug. 23, 2023)

(11) Saraf, D.N, *Arts and Crafts: Jammu and Kashmir*, (New Dehli: Abhinav Publications, 1982), 125.

(12) http://www.en.m.wikipedia.org (Dec. 3, 2024)

(13) Ibid

(14) Saraf, D.N, *Arts and Crafts: Jammu and Kashmir*, P: 107

(15) http://www.frfxiclopedia . fandom.com>wiki>category.Bone craft (Nov. 3, 2023)

(16) Imperial Gazatter of India, Kashmir and Jammu (1983)

(17) http:// www.Vceela.com (Nov. 13, 2023)

(۱۸) محمد الدین فوق،تاریخ کشمیر عہد زین العابدین (بڈشاہ)،(میرپور: ویری ناگ پبلشرز،۱۹۳۶ء)،۳۱۵۔

(19) Sufi, G.M.D, *Kasheer* (Vol-I), (Punjab University Press Lahore, 1948),548.

(۲۰) مرغوب بانہالی، رسالہ: ہمارا ادب، (سرینگر: جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگو یجز،۱۹۸۱ء)،۱۶۰۔

(۲۱) جی۔ایم، میر، کوہستان قراقرم سے بحر قزوین تک،(لاہور: مکتبہ داستان،۱۹۹۶ء)،۹۵۔

(۲۲) محمد الدین فوق،تاریخ کشمیر عہد زین العابدین (بڈشاہ)، ۳۱۶۔

(۲۳) میر جی۔ایم، چین اور کشمیر (قدیم سیاسی و ثقافتی رشتے)،(میرپور،، آزاد کشمیر: رضوان پبلشرز،۲۰۰۲ء)،۵۹۔

(24) Sufi, G.M.D (1948), *Kasheer* (Vol-I), 136.

(۲۵) عبدالستار، رنجور، رسالہ: سون ادب، (سرینگر: جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگو یجز،۱۹۸۰ء)، ۲۴۔

❖❖❖